اقبال اور تصورِ فقر

از ڈاکٹر میر ولی الدین (جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

فقر قرآن احتساب ہست و بود | نے رباب و مستی و رقص و سرود
فقرِ مومن چیست تسخیر جہات | بندہ از تاثیر او مولیٰ صفات

"فقر" اقبال کی نگاہ میں "رہبانی" نہیں بلکہ "خودی کی عریانی" ہے۔ اپنی حقیقت کا جاننا ہے۔ "کار خویش را سنجیدن است"[1] اس کا طریقہ لاالٰہ الا اللہ کے مفہوم و معنی کا جاننا اور اس کلمہ کی رو سے اپنی خودی کو فاش تر دیکھنا ہے[2] اور اس کی تاثیر سے مولیٰ صفات بن جانا ہے[3] خلیفۃ اللہ فی الارض کا مقام حاصل کرنا ہے[4] بار امانت کا اٹھانا، اس کا نتیجہ تسخیر جہات ہے۔ نوامیس جہاں پر تصرف[5] ہے دنیا کے تمام سلطان و میر کو حلقہ بگوش کرنا ہے۔[6] سلاطین عالم کے سامنے لاملوک کا نعرہ بلند کرنا ہے[7] مختصر یہ کہ فقر ہی کی دلنوازی

---

۱ فقر کار خویش را سنجیدن است | بر دو حرف لاالٰہ پیچیدن است
۲ خودی را فاش تر دیدن بیاموز
۳ فقر مومن چیست تسخیر جہات | بندہ از تاثیر او مولیٰ صفات
۴ فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست | ما امینیم این متاع مصطفےٰ است
۵ فقر بر کرّ و بیاں شب خوں زند | بر نوامیس جہاں شب خوں زند
۶ بستہ فتراک او سلطان و میر
۷ پیش سلطاں نعرہ او لاملوک

کا نام حکمت دین ہے۔ اور فقر ہی کی بے نیازی کا نام قوت دین ہے۔ حکمت دین و قوت دین بغیر فقر کے ممکن نہیں۔

حکمت دیں دل نوازی ہائے فقر
قوت دیں بے نیازی ہائے فقر

فقر کی اس دولت کو کھو کر مسلمان کے ہاں نہ دولت سلیمانی رہی اور نہ دولت سلمانی، نہ حکمت ہی رہی نہ دولت و قوت ہی۔

یہ فقر مرد مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولت سلمانی و سلیمانی

اقبال پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن فقر کے معنی کی وضاحت ابھی تک کسی نے کھول کر نہیں کی۔ اور فقر کی لامتناہی قوت کے مبدا کی نشاندہی کسی نے صاف صاف طریقہ پر نہیں کی، قوت و توانائی کے اس لامحدود مبدا کو اپنی ذات کے اندر رکھ کر بھی مسلمان حیران و پریشان ہے۔ خستہ و ناتواں ہے، خوار و زار ہے۔ عارف روم کے الفاظ میں صورت حال یہ ہے۔

یک سبد پر نان ترا فرق سر ‏ ‏ ‏ ‏ تو ہمی جوئی لب نان در بدر
تا بزانوئے میان قعر آب ‏ ‏ ‏ ‏ وز عطش وز جوع گشتی خراب

آیئے اقبال کی ہدایات و اشارات پر عمل کرتے ہوئے ہم قرآن دخبریں گم شو[۸] کر فقر کے معنے کی تحقیق کریں۔

اقبال کے تصور فقر کے قرآنی مقدمات

قرآن حکیم نے انسان کو فقیر کے لفظ سے خطاب کیا ہے اور حق تعالیٰ کو غنی و حمید قرار دیا ہے۔

یاایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید[۹]۔ (پ ۲۲ ع ۳)

---

[۸] اندکے گم شو بقرآن و خبر ‏ ‏ ‏ ‏ با زرائے ناداں بخویش اندر نگر

[۹] اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے - اللہ غنی وانتم الفقراءؔ (پ ۲۶ ع ۸)

ہم فقیر ہیں، ملک وحکومت اصالتاً ہمارے لئے نہیں حق تعالیٰ ہی کے لئے ہے

۱- لہ ما فی السموات وما فی الارض۔ — خدا ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

۲- ولم یکن لہ شریک فی الملک - (پ ۱۵ ع ۱۲) — اور نہ اس کا کوئی حکومت میں شریک ہے

۳- ان الحکم الا للہ (پ ۷ ع ۱۳) — حکم کسی کا نہیں بجز اللہ کے

افعال کے خالق بھی ہم نہیں اس معاملہ میں بھی ہم فقیر ہیں محتاج ہیں۔ حق تعالیٰ ہی افعال کی تخلیق فرما رہے ہیں کیونکہ وہی "خالق کل شئی" ہیں- (پ ۲۴ ع ۳)

واللہ خلقکم وما تعملون (پ ۲۳ ع ۷) اللہ نے پیدا کیا تمہیں اور جو تم کرتے ہو۔

اور ایک جگہ سلیس طور پر فرمایا گیا ہے۔

ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق قل اللہ خالق کل شئی وھو الواحد القہار (پ ۱۳ ع ۸) — کیا انہوں نے اللہ کے لئے شریک قرار دیئے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا کیا جیسے اللہ نے پیدا کیا۔ پھر مشتبہ ہوگئی پیدائش انکی نظر میں کہدو اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد قہار ہے۔

بات عقلی طور پر بھی صاف ہے۔ اگر ہر شئے کے خالق اللہ ہیں تو ہمارے افعال بھی آخر کوئی شئے ضرور ہیں اور ان کے خالق بھی حق تعالیٰ ہی ہونگے۔ "اللہ خالق کل شئی" اور خلقکم وما تعملون" سے استناد کر کے سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ ہمارے افعال کے خالق حق تعالیٰ ہیں اور ہمارا فقر یہاں ہی عقلاً و نقلاً ظاھر و باہر ہے۔

ؔ اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔

صفات وجودیہ ایجابیہ جو انسان میں پائی جاتی ہیں، ان کی اصل سات صفات ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ سمع۔ بصرو کلام۔ یہ صفات اصالتاً حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اور قرآن حصرو قصر کے ساتھ انہیں حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت کر رہا ہے اور انسان کو اس لحاظ سے بھی فقیر بتلا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حیات حق تعالیٰ ہی کی۔ ہو الحی القیوم (پ ۳ ع ۹)

علم وقدرت حق تعالیٰ ہی کے لئے۔ وہو العلیم القدیر (پ ۲۱ ع ۹)

ارادہ یا مشیت ان ہی کے۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ (پ ۲۹ ع ۲۰)

سماعت و بصارت ان ہی کے۔ وانہ ہو السمیع البصیر (پ ۱۵ ع ۱)

امن یملك السمع والابصار فیقولون اللہ (پ ۱۱ ع ۹)

اب رہا وجود تو وہ بھی حقیقی طور پر حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہے۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم سے اس کا ثبوت مل رہا ہے۔ (پ ۳ ع ۹)

وجود کے چار مراتب ہوتے ہیں۔ اولیت۔ آخریت۔ ظاہریت۔ باطنیت۔ آیۃ کریمہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم۔ (پ ۲۷ ع ۱۷) سے وجود کے چاروں مراتب کا حق تعالیٰ ہی کے لئے ہونا حصراً ثابت ہو رہا ہے۔ اس فقر کا احساس ہوتے ہی عارف کی زبان سے یہ چیخ نکلتی ہے۔

میرا مجھ میں کچھ بھی نہیں سب ہے تیرا
تیرا تجھکو دینے سے کیا جاتا ہے میرا؟

عارف روم نے اس کیفیت کو یوں پیش کیا ہے۔

چیست توحید خدا آموختن
خویشتن را پیش واحد سوختن

گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز
ہستی ہمچوں شمع شب خود را بسوز

زانکہ ہستی سخت مستی آورد
عقل از سر شرم از دل میبرد

ہر کہ از ہستی خود مفقود شد
منتہائے کار او محمود شد

جاوید نامہ میں اقبال وجود صفات افعال و آثار کی نسبت صرف حق تعالیٰ ہی کی طرف کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں۔

می شناسی طبع ادراک از کجا است — جوے اندر تنگر خاک از کجا است
طاقتِ فکرِ حکیماں از کجا است — قوتِ ذکرِ کلیماں از کجا است
این دل و این واردات از کیست — این فنون و معجزات از کیست
گرمی گفتار داری از تو نیست — شعلۂ کردار داری از تو نیست
این ہمہ فیض از بہار فطرت است — فطرت از پروردگار فطرت است

دعویٰ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" سے بھی ہمیں عرفان فقر حاصل ہوتا ہے۔ لا ذوات خلق سے، غیر اللہ سے الوہیت کی نفی کرتا ہے۔ ربوبیت کی نفی کرتا ہے۔ افعال و صفات و وجود کی نفی کرتا ہے اور الا ان ہی اعتبارات کا ذاتِ اللہ میں اثبات کرتا ہے اس طرح لا الٰہ الا اللہ سے پھر ذات خلق کا فقر اور ذات حق کی غنا حاصل ہوتی ہے اور اقبال کا یہ قول اس طرف اشارہ کرتا ہے۔

فقر کار خویش را سنجیدن است — بر دو حرف لا الٰہ پیچیدن است

یہ تفسیر ہے آیت کریمہ کی۔ یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید

فقر کے معنی کا تعین قرآن حکیم ہی سے ہوتا ہے۔ وجود صفات و افعال و ملک و حکومت امانتہً ہمارے لئے نہیں۔ صرف حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ فقر کے امتیاز سے خود بخود ہمیں "امانت" کا امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وجود اور اس کے یہ اعتبارات ہم میں من حیث الامانت پائے جاتے ہیں۔ ہم حق تعالیٰ کے ان اعتبارات کے امین ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم حق تعالیٰ ہی کے وجود سے موجود ہوں، ان ہی کی حیات سے زندہ ہوں، ان ہی کے علم سے جانتا ہوں، ان ہی کی قدرت و ارادے سے قدرت و ارادہ رکھتا ہوں، ان ہی کی سماعت سے سنتا بصارت سے دیکھتا اور کلام سے بولتا ہوں اس کو صوفیہ نے اپنی اصطلاح میں "قرب نوافل" سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ ہی کے لئے وجود اور صفات وجود یہ اصالتاً اور بطور حصر ثابت ہیں اور ہماری طرف ان کی نسبت "امانتہً" ہو رہی ہے۔ بخاری کی اس حدیث کا یہی منشا ہے۔

کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی

بیطش بہا ور جلہ التی یمشی بہا[۱]"

فقر و امانت کے نتیجہ کے طور پر عبد کو خلافت اور ولایت حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ امانات الٰہیہ وجود و صفات وجودیہ ایجابیہ کا استعمال کائنات کے مقابلہ میں کرتا ہے تو خلیفتہ اللہ فی الارض کہلاتا ہے اور جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کرتا ہے تو "ولی" ہوتا ہے۔ عبداللہ کے بھی چار اعتبار ہیں۔ فقر، امانت۔ خلافت۔ ولایت۔ اللہ اللہ کیا شان ہے عبداللہ کی۔

تو بقیمت دارائے ہر دو جہانی
چہ کنم، قدر خود نمی دانی

قرآن دخبر سے فقر و امانت، خلافت۔ ولایت کے اعتبارات کو اخذ کر کے اقبال نے فقر کی اس طرح توضیح کی ہے۔

چیست فقر اے بندگان آب و گل
یک نگاہ راہ بین یک زندہ دل
فقر کار خویش را سنجیدن است
بر دو حرف لا الہ پیچیدن است

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

فقر قرآں احتساب ہست و بود
نے رباب و مستی و رقص و سرود
فقر مومن چیست تسخیر جہات
بندہ از تاثیر او مولیٰ صفات

فقر قرآنی نے صفات وجودیہ کی نفی ذات عبد سے کی اور ذات حق میں ان کا اثبات کیا۔ پھر ان ہی صفات وجودیہ کا اثبات امانتہ ذات عبد میں کیا اور اس طرح فقر کی تاثیر سے بندہ مولیٰ صفات ہوگیا۔ جب بندہ مومن کو یہ علم قرآن نے عطا کیا کہ وہ حق تعالیٰ ہی کے وجود سے موجود ہے اور ان ہی کی حیات سے زندہ ہے۔ ان ہی کے علم سے جانتا ہے اور ان ہی کی قدرت و ارادے سے قدرت و ارادہ رکھتا ہے تو اب اس پر حیات نامتناہی، قوت لامحدود، اور ارادہ مطلق سے اپنے ربط و تعلق کا راز واضح ہو جاتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ

---

[۱] ہوتا ہوں میں اسکی شنوائی جس سے وہ سنتا ہے، بینائی جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پیر جس سے وہ چلتا ہے۔

اس کی ذات مظہر ہے۔ جس سے حق تعالیٰ ہی کی قوت مطلقہ کا ظہور ہو رہا ہے اب اس قوت لامحدود کے آگے ماہ و مہر لرزہ براندام ہوتے ہیں نوامیس جہاں سرنگوں ہو جاتے ہیں

فقر چوں عریاں شود زیر سپہر — از نہیب او بلرزد ماہ و مہر
فقر عریاں گرمی بدر و حنین — فقر عریاں بانگ تکبیر حسین

فقر خیبر گیر با نان شعیر — بستہ فتراک او سلطان و میر
فقر بر کروبیاں شب خوں زند — بر نوامیس جہاں شب خوں زند
بر مقام دیگر اندازد ترا — از زجاج الماس می سازد ترا

حق تعالیٰ کی لامحدود قوت کو استعمال کرنے والے فقیر امین و خلیفہ کے آگے سلاطین جہاں بھی لرز جاتے ہیں۔ انہیں اس سے مقابلہ کی تاب کہاں۔

با سلاطیں در فتد مرد فقیر — از شکوہ بوریا لرزد سریر
از جنوں می افگند ہوئے بہ شہر — وارہاند خلق را از جبر و قہر
قلب او را قوت از جذب و سلوک — پیش سلطاں نعرہ او لاملوک

اس کا راز یہی ہے کہ فقیر کی صورت سے حق تعالیٰ ہی کی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ فقیر اس قوت لامحدود کا محض محل ظہور، جلوہ گاہ بن جاتا ہے۔ وہ فانی زخویش باقی بحق ہو جاتا ہے۔ اس میں حق کی قوت ہی متجلی ہوتی ہے وہ بندہ ہے لیکن مولیٰ صفات ہے۔ اس کی قوت کا مقابلہ کائنات کی کوئی محدود و مقید قوت نہیں کر سکتی۔ اقبال کے الفاظ میں "زجاج" یا شیشہ سے الماس کی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ حق کی اس قوت کا ادراک معیت حق کا یہ شعور اس کو بے خوف مرد مجاہد بنا دیتا ہے۔ اسکے قلب سے خوف نکل جاتا ہے وہ سربکف ہو جاتا ہے ماہیت کے اس انقلاب کی اقبال نے ان الفاظ میں تصویر کھینچی ہے۔

مرد حر محکم ز ورد لاتخف
ما بمیداں سر بجیب او سربکف

مرد حر از لا الہ روشن ضمیر　　می نہ گردد بندہ سلطان و میر
پاسے خود را آں چناں محکم نہد　　نبض رہ از سوز او برمی جہد
جان او پایندہ تر گردد ز موت　　بانگ تکبیرش بروں از حرف و صوت

معیت حق کا یہی ادراک مومن کو فاتح کائنات بنا دیتا ہے۔ کوئی مشکل اس کو ہراساں و خوف زدہ نہیں کر سکتی۔ کوئی واقعہ خواہ وہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو اس کو پریشان نہیں کر سکتا۔ جس طرح باز اپنے شکار سے نہیں رکتا اور شاہین افلاک کی سیر سے باز نہیں رہتا اسی طرح مرد مومن حق تعالیٰ کو اپنے ساتھ پا کر ان کو اپنا قوت بازو و ناصر جان کر کسی مشکل کی پروا نہیں کرتا۔ یہ جہاں آب و گل اس کا شکار بن جاتی ہے۔

صید مومن این جہان آب و گل　　باز را گوئی کہ صید خود بہل
حل نشد این معنی مشکل مرا　　شاہین از افلاک بگریزد چرا

مومن کی نگاہ میں کوئی فانی شئے نہیں جچتی، وہ "غنی عن الاشیاء" ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کی حول و قوت سے وہ افلاک سے بھی مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ ان کی تسخیر کی قوت وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور "سخر لکم ما فی السموات والارض" کا مژدہ جاں فزا اس کی توانائیوں میں لامحدود اضافہ کرتا ہے۔

افلاک سے ہے اسکی حریفانہ کشاکش　　خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اسکی نظر میں　　جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

مومن کی اس غیر معمولی، فوق الفطرت قوت و توانائی کا راز سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ حق کی قوتوں کو اپنے اندر موجود پاتا ہے۔ حق تعالیٰ کی معیت کا قوی ادراک رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ کو ہمیشہ ساتھ پاتا ہے۔ ان کے حضور میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ گزارتا ہے اور اس کو اس امر کا پختہ یقین قوی اذعان ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر رحیم ہیں اور ان کا فضل ہر لحظہ اس کے شامل حال ہے اور زندگی اس کے لئے خیر ہے، اور زندگی کا ہر واقعہ خیر برتر کی طرف اس کی رہنمائی کر رہا ہے اس کی زبان پر یہی دعا ہے۔

اللھم انی ضعیف فقوّ فی رضاك ضعفی، وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل

الاسلام منتھی رضائی "حق تعالیٰ میں ضعیف ہوں۔ قوت صرف آپ کے لئے ہے میرے ضعف کو قوت میں بدل دیجئے میری ذات سے اپنی قوت کا اظہار فرمائیے۔ آپ کی خوشنودی کی تکمیل و بجاآوری کی خاطر مجھے قوی کر دیجئے اور خیر کی طرف مجھے لیجائیے اور میری رضا کا منتہیٰ و مقصود اسلام کو قرار دیجئے۔

مومن دعا اجابت کے ایقان کے ساتھ کرتا ہے۔"ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ" اس کا ضعف قوت سے بدل جاتا ہے اس کا فقر غنا سے، اس کی ذلت عزت سے، وہ فقیر ہے لیکن حق تعالیٰ کا وجود اور ان کی صفات وجودیہ کو اپنے اندر رکھتا ہے ان کے ادراک سے وہ قوی غنی اور عزت والا ہو جاتا ہے۔ اقبال اس انقلاب کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ہمچناں از خاک خیزد جان پاک سوئے بے سوئی گریزد جان پاک
در رہ او مرگ و حشر و نشر و مرگ جز تب و تابے ندارد ساز و برگ
در فضائے صد سپہر نیلگوں غوطہ پیہم خوردہ باز آید بروں
می کند پرواز در پہنائے تو مجلس گیرندہ جبریل و حور

تا زما زاغ البصر گردد نصیب
بر مقام عبدہ گردد رقیب

معیت حق کا ہر لحظہ ادراک مومن کو ہر لحظہ نئی شان نئی آن بخشتا ہے، وہ حق تعالیٰ کی تجلیات کا محل بن جاتا ہے۔ گفتار و کردار میں وہ حق ہی کی صفات کو ظاہر کرتا ہے۔ اعدا کے خلاف وہ حق کی صفت قہاری و جبروت کا مظہر ہے۔ تو آپس میں وہ رحم و غفاری کا مجلیٰ اس کی سیرت کی تطہیر حق تعالیٰ اپنی خاص توجہ سے فرماتے رہتے ہیں اور اس میں اپنی قدوسیت کی تجلی کرتے جاتے ہیں اور رفعت و علو بخشتے ہیں کہ وہ ہمسایہ جبریل امین بن جاتا ہے۔ وہ بظاہر تو قاری قرآن ہے لیکن صفت کلام حق کا مظہر ہونیکے وجہ سے خود قرآن ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے مقاصد کا ظہور اس ہی کے ارادوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت و جلالت کی تجلی گاہ اس کا قلب ہوتا ہے۔ مومن خود تو فقیر ہے لیکن اس فقر کی وجہ سے صفات ایجابیہ حق کا جلوہ اس کی صورت سے ہر آن ہوتا ہے وہ

فانی ز خویش باقی بحق ہے۔ کس خوبی سے اقبال نے اس مفہوم کو ادا کیا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ہمسایۂ جبریل امین بندۂ خاکی — ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قدرت کے مقاصد کا عیار اسکے ارادے — دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

فطرت کا سرود ازلی اسکے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

فقر ہی کی وجہ سے مومن حق تعالیٰ کا امین ہے، خلیفہ ہے اور ولی ہے۔ اسی لئے اقبال صفت فقر کی مسلمانوں کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

اللہ کرے تجھکو عطا فقر کی تلوار

اللھم ارزقنا ھذا المقام

اقبال کے پاس زندگی کی تمام بنیادی صداقتوں کی کسوٹی قرآن ہے، اور تصوف میں سے بھی اس نے وہی چیزیں اخذ کی ہیں، جن میں قرآنی نظریہ حیات کی وسعت اور گہرائی دکھائی دیتی ہے۔ اقبال کی توحید، توحید قرآنی ہے جو فلسفیانہ اور متصوفانہ وحدت الوجود سے متمائز ہے، وہ انسان کو صاحب اختیار ہستی سمجھتا ہے کیونکہ قرآن اسے اپنے افعال پر ایک گونہ قدرت عطا کرتا ہے۔ اختیار ہی وہ امانت ہے جسے جمادی، نباتی اور حیوانی فطرت مجبور نے اسے خطرناک سمجھ کر قبول نہ کیا۔

(از فکر اقبال - ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم)